

میں جائیے تو خواجہ عکاشہ گامزار ہے کہنے والوں نے کہا کہ ابراہیم ادہمؑ کے والد بزرگوار ہیں، خواجہ آب کشاں کے نام سے معروف ہیں خواجہ آب کشاں ابراہیم ادہمؑ کے باپ ہوں یا نہ ہوں مگر اس سلطان دنیا و دین کو جسے اقلیم معرفت ابراہیم ادہمؑ کے نام سے جانتی ہے اسی علاقہ سے نسبت رہی وہ یہاں کے فرمانروا تھے۔

جب رات کو اپنی خوابگاہ کے اوپر کسی کی آہٹ سنی تو پوچھنے پر کسی نے کہا کہ چھت پر اپنا گم شدہ اونٹ دیکھ رہا ہوں، سلطان تلخ کو تعجب ہوا پوچھا کہ شاہی خوابگاہ کی چھت اور اونٹ؟ جواب میں ایک ملکوتی آواز آئی کہ ارے غافل! تو جب کھواب اور اطلس کے زرین بستروں پر خدا کو ڈھونڈ رہا ہے تو چھت پر اونٹ کی تلاش تو اس سے کم تعجب نیز ہے، تیر نشان پر لگ گیا، ابراہیم گھائل ہو گئے اور مرغ بلبل کی طرح تڑپتے ہوئے تخت و تاج کو غیر فانی سلطنت، اقلیم عشق سے ٹکرا دیا اب دل کے آئینہ میں اپنی برزخی منزل نگاہوں کے سامنے تھی جس میں نہ کوئی مونہ تھا نہ غنوار، نہ لشکر و سپاہ کا ہنگامہ تھا، نہ دولت و سلطنت کی جاہ و جلال، سفر دور دراز درپیش مگر زادراہ معدوم، ایک عادل اور وقار قاضی کی عدالت مگر نہ گواہ نہ وکیل پھر دنیا کی اس چند روزہ حکومت اور شوکت کی کیا وقعت رہ سکتی تھی مملکت خراسان کو خیر باد کہا، وسعت دل کی پہنائیوں میں گم ہو گئے، ملک نیم شب کی علاوتوں کے سامنے ملک نیم روز کی سربالی لذتوں کی کیا نسبت، اور آج ابراہیم ادہمؑ ایک سلطان و امیر نہیں بلکہ عارفان طریقت کی نگاہوں میں سلطان دین، یسرغ قاف یقین، سنج عالم عزالت، صدیق روزگار ہیں (عطاری) سونے چاندی کے خزانوں کو لات ماری، شیخ عراق جنید بغدادیؒ کی زبان میں مفتاح العلوم بن گئے اور علم حقیقی کے مخفی خزانوں کی کنجیاں ہاتھ آ گئیں، اب قوت و جبروت سے لوگوں کے جسموں کو زیر نہیں کر رہے تھے مگردلوں کی دنیا حکمرانی میں مل گئی۔

یہ عجیب اتفاق تھا کہ گزرنے والی رات کو مزار شریف میں ایک مجلس کے صدر قے چشم تصور نے ابراہیم ادہم کا دور گویا محسوس ہوتے دیکھا، یہ مجلس عشاء کے بعد روضہ مبارک (منسوب بہ حضرت علیؑ کے قدموں میں متولی کے حجرہ خاص میں چند سراپا اخلاق و شرافت بزرگوں نے رات کے کھانے پر اپنے نووارد مہمانوں کے لیے منعقد کی تھی جس میں ایک بزرگ نے سراپا سوز آواز میں مولانا روم کی مثنوی کا وہی حصہ خاص لے میں سنایا جس کا تعلق ابراہیم ادہمؑ کی صحراوردی سے تھا اور سر زمین پر قصہ زمین نے ایک خاص اثر پیدا کر دیا چند لکھوں کے لیے ارد گرد سے بے خبر مسرور ہو کر عالم خیال میں اپنے آپ کو اس عہد شکوہ میں پایا کہ ابراہیم ادہمؑ گدڑی پہنے سوز الہی میں بادیہ بیانی کر رہے ہیں، محبوب حقیقی کا یہ متلاشی تلخ کے قریب دریا چمنوں کے کسی کنارے بیٹھا ہوگا کہ جدائی میں تڑپتی ماں یا بعض روایات کے مطابق دوست احباب تلاش کرتے وہاں پہنچے ماں نے ابراہیم کو اپنے فیصلہ پر سرزنش کی، ناز و لعنت اور امارت و شوکت کے مقابلہ میں اس فقر و غربت اور بے کسی پر افسوس کا اظہار کیا۔ ابراہیمؑ نے جو گدڑی کو پیوند لگا رہے تھے اپنی سوئی دریا میں ڈال دی اور پھر یکا یک ماں کے سامنے دریا کی مچھلیوں کو حکم دیا کہ مجھے سوئی چاہیے، ہزاروں مچھلیاں منہ میں سونے کی

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب: حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

دنیا: کھیل تماشہ اور چند لمحوں کا خواب

نحمدہ و نصلى على رسوله الكريم اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم
وما هذه الحيوۃ الدنيا الا لعلو ولعب وان الدار الآخرة لهى الحيوان لو كانوا يعلمون (مکبوت۔ع۔۷)
ترجمہ: یہ دنیا کی زندگی ماسوائے کھیل اور تماشے کے کچھ نہیں اور اصل زندگی آخرت کی ہے (کاش) انہیں اس چیز کا علم
ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔

عن سهل بن سعد قال قال عليه الصلوة والسلام لو كانت الدنيا تعدل عند الله جناح
بعوضة ماسقى كالفا منها شربة ماء (رواه الترمذی)
ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ کے نزدیک ایک
مچھر کے برابر بھی ہوتی تو اس پانی کا ایک گھونٹ بھی کافر کو نہ ملاتا۔

دنیا کھیل تماشہ: محترم حضرات ذکر کردہ آیت وحدیث میں رب العالمین نے دنیا کی حقیقت کا ذکر فرمایا ہے
فانی وعارضی ہونے کی حیثیت سے اس کی حقیقت دنیا کے کھیل وتماشہ سے زیادہ نہیں جیسے یہاں کے کھیل و کود کا مزہ چند
لمحوں تک محدود رہتا ہے۔ وہ ساعات ختم ہو کر نہ مزہ رہتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ۔ رب العالمین نے قرآن مجید میں
عجیب وغریب انداز سے دنیا کی حقیقت بیان فرمائی کہ اس کی بے رونقی فانی اور جاہلی کی مثال بارش اور اس سے پیدا ہو کر
انسانی دل و دماغ کو متاثر کرنے والے باغ و بہار اور سرسبز و شادابی کی طرح ہے۔ بے آب و گیاہ بنجر زمین پر بادل سے
بارش برس کر چند دن میں زمین کے اسی خشک کٹڑے پر طرح طرح کے پھل میوے اناج و گھاس اور سبزے سے ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ خطے پر ایک عظیم الشان سبز قالین بچھا دیا گیا ہے۔ نہ صرف زمینوں کے مالکان بلکہ علاقہ کے تمام
مرد و زن نہ صرف ان لہلہاتی فصلوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں بلکہ خوشیوں کی لہر اس پورے علاقے کو اپنی آغوش میں
سمیٹ لیتی ہے۔ نہ صرف انسانوں بلکہ چوپایوں کے کھانے اور بہترین معاش کے تمام اسباب مہیا ہونے کے آثار
نمودار ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ زمین سے پیدا ہونے والے ہزار ہا انواع و اقسام کی نعمتوں کے لئے وقت سے
پہلے منصوبہ بندیاں کرنے میں اہل علاقہ مصروف ہو جاتے ہیں۔ خیالی تصورات، توقعات، آرزوؤں کی نہ ختم ہونے والی

فہرست میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

چند لمحوں کا خواب: ہم اور آپ اکثر اس کیفیت سے گزرتے رہتے ہیں کہ بارش وقت پر ہو چکی ہے، گندم بہت زیادہ ہوگی باغات میں میوہ جات کی فراوانی ہوگی، جانوروں کو قحط سالی کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ فصلوں کی آمد سے کمائی بڑھائی میں زیادتی ہو کر فلاں منصوبہ شروع کروں گا۔ محل و بنگلہ بناؤں گا۔ عیش و عشرت کے سامان خریدوں گا۔ (نہ انشاء اللہ کہنا اور نہ ان میں زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی کا ارادہ) بس ہوس سیم و زرا و محبت دنیا میں صرف دنیا ہی کے آرام و آسائش اور دوڑ میں سبقت حاصل کرنے کے ذوق و شوق کو اپنا مقصد اعظم اور ہدف بنا کر خوشیوں کے تازیانے بجنے شروع ہو جاتے ہیں کہ اچانک شدید ترین آندھی یا موٹے موٹے اوالے یا جڑی بوٹیوں کی بیماری یا کیڑے نازل اور حملہ آور ہو جاتے ہیں کہ آنکھ کی جھپک میں غلہ تو کیا کہ درخت اور سبزیوں کے پتے بھی نیست و نابود ہو جاتے ہیں، کچھ دیر پہلے جو ہر طرف تازگی، لہلہاتے درخت نظر آتے ہیں۔ سیکندوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس ٹکڑے ارضی پر کسی سبز اُگنے والے جڑی بوٹی کا نام و نشان ہی نہ تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے چند دن قبل زرخیزی اور فصلوں کی فراوانی تھی وہ ایک خیالی و ہم تھا، حقیقت میں کچھ بھی نہ تھا۔ خواہشیں، امیدیں، اور منصوبے سب دم توڑ گئے۔ آدمی نیند میں کبھی کبھی خواب میں اپنے آپ کو شامی تخت پر دیکھتا ہے۔ ارد گرد ہزاروں خدم اور چشم مود بانہ انداز میں موجود رہتے ہیں۔ مگر جب آنکھ کھل جاتی ہے وہ اپنے آپ کو اسی بستر پر پاتا ہے، نہ شامی تخت ہوتا ہے نہ کافر و اور نہ بادشاہی۔ چند لمحوں کا خواب دنیا کا ایک کھیل کی مانند ہوتا ہے جس کو نہ دوام ہے اور نہ اس کی خوشی کی کوئی حقیقت۔ گویا سرے سے اس کا وجود ہی نہ ہونے کے برابر تھا، یہی وجہ ہے کہ بارش کے برسنے اور فصلوں کے پیدا ہونے سے جس عشق و محبت کو اس نے اپنا طمع نظر بنایا اس کے ختم ہونے پر اس کی ساری امیدیں بھی خاک میں مل گئیں جس مقام پر بارش کے نزول سے پہلے کھڑا تھا اب پھر اسی جگہ پر کھڑا ہے۔

جب خواہشات کا محل دھڑام سے گر جاتا ہے: انسان شادی کرتا ہے پھر بچے کا انتظار، بچے کے پیدا ہونے پر اس کے جوان ہونے، بہترین معاش و ملازمت کی طلب، پھر اس کے ذریعے لاکھوں کروڑوں روپوں کے آمد کی توقعات، دنیاوی زندگی میں عیش و عشرت کی تمناؤں کے پورا ہونے کی فرضی خیالی پلاؤ کے تصورات کہ اسی بچے کے اچانک فوت ہونے کی خبر مل جاتی ہے، کئی عشروں پر محیط ان فرضی تمناؤں پر قائم کردہ بے حقیقت کمزور بنیاد پر قائم مکان لمحہ بھر میں دھڑام سے گر کر سب کچھ تھس تھس ہو جاتا ہے۔ نہ بیٹا ہے، نہ اس کے ذریعے حاصل ہونے والے مال و زور کے ذریعہ دنیاوی عیش و عشرت کے درد کو حاصل کرنے کے تصورات۔

روح کی بیماریاں اور ان کا علاج: آپ نے کبھی سوچا ہے کہ یہ سب کچھ ہم کیا کر رہے ہیں۔ آج ہم سب اپنے بدنی بیماری کا رونا دور سے ہیں۔ مگر بدنی بیماری سے خطرناک اور ایسی بیماری جن میں نہ کبھی راحت ہے اور نہ

سکون ورہ روح کی بیماری ہے جس کو گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس سے ہم سب غافل ہیں۔ بدنی بیماری میں وقتی تکلیف کے ساتھ بے شمار فوائد بھی ہیں اور روحانی امراض میں فائدہ کا تصور تک نہیں اذیت ہی اذیت ہے۔ سب سے بڑھ کر بیماری میں مبتلا وہ شخص ہے جو دنیا کی محبت میں مبتلا ہو کر ایک وقت ایسا بھی آ جاتا ہے کہ اس کے تمام آئندہ ملنے والے دینی خواہشات اسے ملنے سے پہلے چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ دنیا کے چاہنے والوں پر اللہ کے نیک بندے اس طرح رحم کرتے ہیں جس طرح ایک تندرست شخص کسی شدید بیماری میں مبتلا فرد کو دیکھ کر اس پر ترس اور رحم اور صحت کی دعائیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ دنیا کی محبت ایک نفس کی بیماری سے بھی بدترین بیماری ہے۔ اللہ والوں کو اندازہ ہوتا ہے۔ حب مال نہ صرف دنیا میں پریشانی اور سرکشی اور دین سے غفلت ہے بلکہ اس میں آخرت کے خسران کا عنصر بھی غالب ہے۔

آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا: سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ ﷺ من احب دنیاہ اضر باخرتہ ومن احب آخرتہ اضر بدنیاہ
فاثروا ما یبقی علی ما یفنی (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی دنیا کو درست رکھتا ہے تو وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت کو درست رکھتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے۔ (اے مخاطب) تمہیں چاہیے کہ دنیا جو جلد ختم ہونے والی شے ہے اس پر آخرت جو باقی رہنے والی چیز ہے کو ترجیح دو

جب استغناء آ جائے: اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص اپنی دنیا کو دین کے حدود اور بتائے ہوئے راستوں کے بغیر حاصل کرنے اور محبوب و مطلوب بنانے کے درپے ہو اس میں اللہ اور رسول کی محبت اور اطاعت کا جذبہ مغلوب ہو کر سرد ہو جاتا ہے۔ جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے: ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی:

(ترجمہ) ”یقیناً انسان اپنے آپ سے باہر ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بے پرواہ سمجھتا ہے۔“

ویسے یہ اندازہ تو آپ حضرات کو بھی ہے کہ جب کسی مفلس کے پاس چند روپے آ جاتے ہیں اپنے آپ کو ہر کسی سے اعلیٰ حتیٰ کہ (نعوذ باللہ) پیدا کرنے والے اور یہی روپے دینے والے رب العالمین سے بھی بے پرواہی کی بدترین حرکت کا مرتکب ہو کر غرور اللہ سے غفلت اور خود پسندی میں مبتلا ہو جاتا ہے یہی وہ کیفیت ہے جس کے بارے میں مرشدِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اس کے مقابلے میں وہ انسان جو زندگی کی تمام گھڑیاں امورِ آخرت کے شغل اور فکر میں گزارے۔ دینی ہوس اور محبت سے پہلو تھوٹی کرے تو یقین کریں کہ اسے شخص نے اپنی دنیا کو جو بہت قلیل مدت پر محیط ہے کو نقصان پہنچا کر ابدی ’سردی‘ نہ ختم ہونے والی زندگی یعنی آخرت کی فوز و فلاح کو حاصل کر لیا۔

دنیا کی وسعتیں: دنیا کی زندگی تو ایک چڑیا اگر سمندر سے ایک قطرہ پانی کا، چونچ میں لے اس قطرہ کی جو نسبت سمندر سے ہے آخرت کے مقابلہ میں چند روزہ فانی دنیا کی حقیقت اس سے بھی کم ہے۔ اس کی رعنائیاں، چمک دمک، چند روزہ ہے۔ اس کی عجیب فطرت ہے جو اس پر فریفتہ ہو کر اس کے حاصل کرنے کیلئے اس کے پیچھے دوڑتا ہے یہ اپنے طلبگاروں سے دور بھاگتی ہے اور جو اسے حقیر اور ذلیل سمجھ کر اس سے منہ موڑے خود بخود اس کے قدموں میں آ کر اس سے لپٹی ہے دنیا کے حصول کیلئے ناجائز دولت اور عیش و عشرت کا سامان اگر اس کے چاہنے والے کے پاس آیا بھی تو ہزار پریشانیوں اور مشکلات کے ساتھ۔ کبھی حکومت کا خطرہ ڈاکو اور لیبرے کے خوف سے تورات کا سکون و آرام غارت ہو جاتا ہے۔ فسق و فجور اسراف و بے حیائی وغیرہ گناہوں کا تومال و دولت کیساتھ موجود ہونا کوئی نئی بات نہیں۔

دنیا مسافر خانہ ہے: اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا یہاں زندگی اس مسافر کی طرح گزارتا ہے جیسے اکوڑہ خشک سے لاہور یا کراچی جانے والا راستے میں کسی سٹاپ یا ہوٹل میں چند لکھوں کے لئے اترے۔ ضروریات انسانی سے فارغ ہو کر فوراً وہاں سے چلتا ہے۔ یہ کبھی نہیں سوچتا کہ اس محدود اور مختصر اقامت گاہ میں عالیشان محل اور کمرہ جو ہر قسم کی آسائشوں پر مشتمل ہو بنایا جائے۔ نہ چور و ڈاکو کا خوف اور نہ ذہنی پریشانی و بے چینی۔ اگر کسی عقل سے عاری فرد نے یہ ارادہ بھی کیا ہو تو جاہل آدمی بھی اسے ناسمجھ اور بے وقوف سمجھے گا کہ ارے کبخت مختصر وقت گزارنے کے لئے ان لمبے چوڑے منصوبوں کا تمہیں فائدہ کیا حاصل ہوگا۔ یہ تو وہ دنیا ہے جس میں جو کمایا اس کا بھی آخرت میں حساب دینا ہے اور جس راہ میں خرچ کیا پیسے پیسے کا مصرف بھی پیش کرنا ہے۔ ضرورت سے زیادہ تعمیر بھی اسراف میں شامل ہو کر اس کی سزا کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔

ضرورت سے زائد تعمیر کا حکم: ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ النفقہ کلھا فی سبیل اللہ البناء فلا خیر فیہ (رواہ الترمذی)
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان اپنی ضروریات زندگی (جو جائز ہوں) پر جو کچھ خرچ کرتا ہے اس پر اسے اللہ ثواب دے گا۔ البتہ ضرورت اور حاجت سے زیادہ تعمیر پر خرچ کرنے میں کوئی ثواب اور خیر نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ فقر و مباحات اور نفس کو تسکین کے لئے نہ صرف تعمیر بلکہ تمام مواقع پر اخراجات کو اگر نادار مسکین، فقیر، یتیم، آسمان کے نیچے رہنے والے بغیر مکان اپنے علاج سے عاجز مریض وغیرہ مستحق پر خرچ کیا جائے تو یہی عمل مالک حقیقی کے خوشنودی کا ذریعہ ہوگا۔

صبر و قناعت: انسانی حرص اور لمبی لمبی امیدیں آخرت کو بھول جانے کا سبب بنتی ہیں۔ پھر حرص کی وجہ سے نہ تو انسان میں قناعت باقی رہتی ہے اور نہ اس کی کبھی تمام خواہشات پوری ہوتی ہیں۔ عمر عزیز کا یہ مختصر عرصہ آخرت کو چھوڑ کر دنیاوی اسباب کے حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے۔ قناعت سے ہم نوا سلام کا یہ اہم تصور چھوڑ دیا ہے کہ

انسان کی تقدیر میں اس دنیا کے مال و متاع کا جو حصہ اللہ نے مقرر فرما دیا ہے وہ جیسے بھی ہو جہاں بھی اللہ ضرور میسر فرمائے گا۔ اور جلد ختم ہونے والی زندگی کے ساز و سامان جو اکثر گمراہی اور معاصی کا سبب بن جاتے ہیں کے پیچھے جہد مسلسل میں لگے ہوئے ہیں۔ صبر و قناعت جو کہ بے شمار گناہوں سے انسان کو محفوظ رکھنے والی صفت ہے اپنے اندر پیدا کرنے کا کبھی اہتمام ہی نہیں کیا۔

حصول رزق میں اعتدال: جبکہ فرمودہ نبوی ﷺ ہے:

ان نفسا لن تموت حتی تسکمل رزقها الا فاتقوا الله واجملو فی الطلب ولا یحملنکم استبطاء الرزق ان تطلبوه بمعاصی الله فانه لا یدرک ما عند الله الا بطاعتہ (مشکوٰۃ شریف)

تحقیق ہر کوئی شخص (تب تک) نہیں مر سکتا جب تک وہ اپنی روزی پوری نہیں کرتا۔ پس اللہ جل جلالہ سے ڈرو۔ اور رزق حاصل کرنے میں اعتدال کا دامن مت چھوڑو اور رزق کی دیری تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم لوگ گناہ کے ذریعہ رزق کو حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دو۔ اللہ کے ہاں جو کچھ ہے وہ (صرف) اطاعت اس کی فرمانبرداری سے حاصل ہو سکتا ہے۔

دنیوی وسعتیں: رحمت عالم ﷺ کو ہماری جلد بازی اور بے صبری کا اندازہ تھا کہ رزق کی معمولی سی تنگی اور کمی ہمیں کہاں سے کہاں لے جاتی ہے ایسے وقت بعض لوگ زبان سے بھی ایسے کلمات نکالنے شروع کر دیتے ہیں جو کبھی کبھی اسلام کے دائرہ سے نکلنے کا سبب بھی بن سکتے ہیں صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ جہاں سے جو کچھ ملا اس کو شیر مادر سمجھ کر استعمال میں لانا شروع کر دیتے ہیں۔ خدا و انسان کا خوف دل سے معدوم ہو جاتا ہے اور ہم میں کئی سادہ لوح ایسے مواقع پر اسلام کو مورد الزام ٹھہرانے میں جاہلانہ رویہ اختیار کرتے ہیں یہ تک کہہ جاتے ہیں کہ ہم سے کفار بہتر ہیں کہ ان کے پاس مال و دولت دنیاوی لذت اور عیش و عشرت کے تمام اسباب موجود ہیں اور ہم محروم ہیں۔ یہ اندازِ تکلم اختیار کرنے والا اس قسم کے مال دولت رکھنے والوں کے بارہ میں قرآنی تعلیمات فرمودات رسول ﷺ سے نااہل ہے یا وقتی لالچ اور حرص نے اس کی آنکھوں پر شیطانی پردے ڈال دیئے ہیں کہ جان بوجھ کر جہنم کے گڑھے میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ غیر مسلموں کے اسباب عیش و عشرت و مال و دولت کے بارہ میں احکم الحاکمین کا فرمان سنئے:

فلما نسوا ما ذکر وابه فتحنا علیہم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخلانا ہم

ہفتہ ملاذہم مبلسون

ترجمہ: جب کافراں کو عذاب کو بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز یعنی (دنیاوی نعمتوں) کے دروازے کھول دیئے یہاں تک جب وہ ان چیزوں پر خوشحال ہوئے جو ان کو دی گئی تھیں تو ہم نے ان کو اچانک ایسے عذاب میں گرفتار کر لیا کہ وہ انتہائی حیران و سرگرداں رہ گئے۔

استدراج: اسی طرح سردارِ دو عالم ارشاد ہے:

وعن عقبہ بن عامر عن النبی ﷺ قال اذا رأیت اللہ عزوجل يعطى العبد من الدنيا على

معاصيه ما يحب فلانما هو استدراج الحديث (رواه احمد)

”حضرت عقبہ بن عامرؓ نبی کریم ﷺ کے روایت کر رہے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب کسی بندہ کو دیکھو جسے باوجود فسق و فجور اس کی پسندیدہ چیزیں (یعنی جن اشیاء کی خواہش دنیا میں کرتا ہے) اللہ جل شانہ دیتا ہے تو سمجھ لو کہ یہ اس کی استدراج ہے۔“

گویا اللہ جل جلالہ ایسے لوگوں کو تدریجاً تمام تر دنیاوی رعنائیاں، دنیوی مناصب، مال و دولت، اقتدار، عیش و عشرت کے تمام وسائل مہیا کر دیتا ہے جسے اپنے اوپر مالک و خالق کا کرم سمجھے، اس خرمستی میں منہمک ہو کر نہ کبھی توبہ کی توفیق، اور نہ گناہ چھوڑنے کا خیال دل میں آتا ہے اس ظاہری ترقی کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کے بعد رب العالمین اچانک اسے نیچے پھینک کر گناہوں کے دلدل میں پھنسنے والوں کا جو انجام ہے، وہاں پہنچا دیتا ہے۔ دنیاوی اور خیالی تخت سے تختہ جہنم اس کا ٹھکانہ بن جاتا ہے۔ جس سے مالک الملک مجھے اور آپ سب کو محفوظ رکھے

دنیا کا فرکیلئے جنت مومن کیلئے قید خانہ: کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلم یا غیر مسلم کے تمیز بغیر جب کسی ملک یا علاقہ پر آفت مثلاً زلزلہ، سیلاب، بیماری کی دہاء، بھوک و افلاس کی کثرت یا اور مصائب آجاتے ہیں تو غیر مسلم قومیں رفاہی اور انسانی بنیادوں پر بطور ہمدردی مختلف ذرائع سے امداد کرتی رہتی ہیں۔ اسے بھی ”حسنہ“ اور اچھے کام سے آنحضرتؐ نے تعبیر فرمایا ہے۔ اب مسلمان اگر نیکی کرے تو ارحم الراحمین اسے اس کا بدلہ دنیا و آخرت دونوں میں دیتا ہے۔ یہ بھی اس کے کریم و رحیم ہونے کے اوصاف جلیلہ کا تقاضا ہے۔ ورنہ دنیاوی حاکم تو اپنے ساتھ کئے گئے اچھے سلوک کا بدلہ بمشکل ایک دفعہ ہی دینے پر اکتفا کرتا ہے، کافر کی بعض انسانی بنیاد پر روار کھنے والی اچھائیاں آخرت میں تو بغیر ایمان کے اس کے کام نہیں آسکتیں نہ ثواب نہ اس کا وہ آخرت میں مستحق ہے۔ اس وجہ سے کافر کے وہ اعمال جو اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بن جاتے ہیں، اس کا بدلہ دنیا ہی میں عطا فرما دیتے ہیں۔ یہی حکمت سید المرسلین ﷺ کے اس حدیث سے واضح ہو جاتی ہے۔

عن انس قال قال رسول الله ان الله لا يظلم مؤمنا حسنة يعطى بها في الدنيا يعجزى بها في

الآخرة واما الكافر فيظلم بحسنات ما عمل بها الله في الدنيا حتى اذا قضى الى الآخرة لم تكن

له حسنة يعجزى بها (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ مومن کی نیکی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اس کی نیکی کے سبب دنیا میں آسائیاں فراہم کر دی جاتی ہیں اور آخرت میں بھی اجر و ثواب دیا جائے گا اور کافر خدا کی خوشنودی

کے لئے جو فلاحی رفاہی کام کرتا ہے اس کو اس کے بدلے اس دنیا میں بھی (خوب) کھلا پلا دیا جاتا ہے۔
کافر کا مشن بابر بہ عیش کوش: محترم حضرات! غیر مسلموں نے اس دنیا کو ہی اپنا اصل مقصد حیات سمجھ کر اپنے اول و آخر کو اسی تک محدود کرنے کے بعد تمام عیاشیوں کو اسی زندگی کا مطمح نظر قرار دیا جبکہ مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک لامحدود عالم اور ہے جہاں کی عیش حقیقی عیش ہے اور جہاں کی مصیبت بھی ختم ہونے والی نہیں۔ متقی اور خوف خدا کے عقیدہ کا حامل انسان تو اس دنیا کو اپنے لئے قید خانہ سمجھتا ہے البتہ کافر جس کا فلسفہ یہی ہے کہ موت کے بعد قصہ ختم وہ دنیا کو اپنے لئے جنت سمجھ کر جو مطالبہ اس سے خواہش اور نفس کرتا ہے فوراً اس کے پورا کرنے میں تن من خرچ کر دیتا ہے۔ وہ شاعر کے اس قول کہ ”بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست“ کو اپنی زندگی کا فریم ورک بنا دیتا ہے۔ کسی مسلمان کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ دنیا میں کفار کی آسودگی اور مال و دولت کی بھر مار اللہ کی ان سے محبت اور قرب کا نتیجہ ہے، اگر دنیاوی دبدبہ اور آسائش عزت و عظمت کا سنبھل ہوتیں تو جو لوگ اللہ کی وحدانیت اور آنحضرت ﷺ کی رسالت کے منکر ہوں، آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق پانی کا ایک قطرہ بھی ان کو پینے کے لئے نہ ملتا۔ نعمتیں تو تمام کی تمام مالک الملک کی ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ اس کے وجود کے انکاری کو انعامات و اعزازات سے نوازا جاتا۔ خواہ خواہ اس کو نعمتیں دینے میں منع حقیقی کے کچھ رموز و اسرار پنہا ہوں گے۔ جن میں سے بعض کا ذکر پہلے آپ کے سامنے عرض کر دیا ہے۔ شریعت میں دنیا کے کر و فر کی کوئی حیثیت نہیں۔

دنیا کی قدر و قیمت: عن سهل بن سعد قال قال رسول الله ﷺ لو كانت الدنيا تعدل عند الله جناح بعوضة ما سقى كافرا منها شربة (رواه احمد والترمذی وابن ماجہ)

حدیث کا ترجمہ خطبہ کے ابتداء میں ذکر کر دیا ہے جس کا مفہوم یہ کہ اللہ جل شانہ کی نظر میں دنیا کی کوئی وقعت نہیں اگر پھر کے پُر کے برابر بھی اس کی اہمیت ہوتی تو کفار کو ایک قطرہ آب یعنی ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتے۔
دنیا ایک مُردار لاشہ: محسن انسانیت ﷺ کے نزدیک دنیا کی قدر و قیمت کا اندازہ آپ اس واقعہ سے خوب معلوم کر سکتے ہیں دنیا کے بے ثبات اور بے حیثیت ہونے کے لئے یہ فرمان مشعل زندگی ہے:

عن جابر بن رسول الله ﷺ مَرَّ بِجَدِي اسك ميت قال ايكم يحب ان هذا له بدرهم فقالوا ما يحب الله لنا بشئ قال فلو الله للدنيا اهون على الله من هذا عليكم (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ آنحضرت ﷺ کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ ایک دفعہ آپؐ کا گزر بکری کے ایک مردہ بچے جس کے کان بھی کئے یا چھوٹے تھے کے پاس سے ہوا۔ فرمایا صحابہ سے کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو اس مردہ بچے کو ایک درہم کے بدلے خرید لے۔ صحابہ نے عرض کیا ہم تو اسے کسی چیز کے عوض بھی خریدنا نہیں چاہتے۔ (مضمون ﷺ امت اور صحابہ کو دنیا کی بے عظمت ہونے کی تعلیم دے رہے تھے) فرمایا ”اللہ کی قسم جس طرح تمہاری نظروں میں یہ دنیا بیچ